اقوال زریں

- انسان ہونا ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے، لیکن اپنے اندر انسانیت بنائے رکھنا ہمارا انتخاب ہے۔
- خاموشی عظیم نعمت ہے بالخصوص اس مقام پر جہاں اختلاف زیادہ، آوازیں بلند، علم کی کمی ہو اور دلیل کی کوئی اوقات نہ ہو۔
- نیک بننے کے لیے ایسی ہی کوشش کرو جیسی کوشش خوبصورت دکھنے کے لیے کرتے ہو۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI

کانگریس، مسلمان، درانداز اور منگل سوتر

جمہوریت

میں انتخابات کے تقدس کو برقرار رکھنے کیلئے کئی انتظامات کیے گئے ہیں۔عوامی نمائندگی قانون 1951 میں کئی ضابطے ہیں جن کی خلاف ورزی قابل سزا ٹھہرتی ہے۔اسی قانون کی دفعہ 123 کے مطابق انتخابی عمل میں بدعنوانی کی بھی صراحت کی گئی ہے۔اس صراحت کے مطابق کوئی بھی امیدوار انتخاب میں کامیاب ہونے کیلئے رشوت ،غیر ضروری اثر ورسوخ کا استعمال، مذہب کا استعمال یعنی کسی ایک مذہب کے لوگوں کے خلاف بول کر دوسرے مذہب کے لوگوں کو اپنے حق میں ہموار کرتا ہے۔نسل، ذات، برادری یا زبان کی بنیاد پر ہندوستان کے شہریوں کے مختلف طبقات کے درمیان دشمنی نفرت اور مخاصمت کے جذبہ کو فروغ دیتا ہے یا پھر غلط معلومات اور افواہ پھیلایا ہے تو وہ قابل مواخذہ ہوگا،اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ثبوت وشواہد کی بنیاد پر انتخابی کمیشن اس کی امیدواری رد بھی کرسکتا ہے۔اس کے علاوہ بھی پرامن، شفاف اور غیر جانبدارانہ انتخاب کو یقینی بنانے کیلئے انتخاب کی تاریخ کے اعلان سے ملک میں مثالی انتخابی ضابطہ اخلاق نافذ کیا جاتا ہے۔اس ضابطے کے دائرہ میں سیاسی جماعتوں اور امیدواروں کے ساتھ ساتھ سماج کا ہر فرد آتا ہے۔اس ضابطے کے مطابق کسی بھی انتخابی جلسہ میں مذہب یا ذات پات کے نام پر ووٹ مانگا جانا قابل مواخذہ ہے۔اس کی خلاف ورزی پر سزا بھی ہوسکتی ہے۔

ایک طرف یہ روشن روشن اچھے اچھے قانون اور ضابطے ہیں تو دوسری جانب انتخابی مہم کے مکروہ حقائق ہیں جو ان ضابطوں کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ ہر امیدوار اور سیاسی جماعت کا قائد حصہ بقدر جثہ کے مطابق انتخابی مہم میں غلاظت انڈیل رہا ہے۔اس قدر اور آس قدر کی کوئی تمیز باقی نہیں ہے۔مقام حیرت اور افسوس تو یہ بھی ہے کہ انتخابی قوانین اور مثالی ضابطوں کی پامالی میں آئینی عہدہ پر فائز ملک کے سربراہ بھی شامل ہیں اور الیکشن کمیشن شکایتوں کے باوجود خاموش تماشائی بنا ہوا ہے۔

گزشتہ پیر کے روز راجستھان کے بانسوارہ میں وزیراعظم نریندر مودی کی انتخابی تقریر کا عوامی نمائندگی قانون اور مثالی انتخابی ضابطہ اخلاق کی دفعات کے معیار پر جائزہ لیا جائے تو ان پر ان کی کھلی اور واضح خلاف ورزی کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔نریندر مودی انتخابی مہم کیلئے راجستھان کے بانسوارہ پہنچے تھے۔ جہاں انہوں نے کانگریس کے انتخابی منشور کے بارے میں من گھڑت باتیں کہیں اور ہزاروں لوگوں کے ہجوم کے سامنے بہت آسانی سے غلط بیانی سے کام لیا۔وزیراعظم کو اپنی غلط بیانی سے فرقہ وارانہ پولرائزیشن کی کوشش کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔انہوں نے 2006 میں نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل کے اجلاس میں سابق وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کی طرف سے دی گئی تقریر میں سے کچھ نکات اٹھائے اور اسے غلط تناظر میں پیش کیا۔وزیراعظم مودی نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس سے پہلے جب ان کی حکومت تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ ملک کی جائیداد پر پہلا حق مسلمانوں کا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اس جائیداد کو توڑ کرنے کے بعد وہ اسے کس میں تقسیم کریں گے۔ جن کے زیادہ بچے ہیں ۔وہ اسے درانداز وں میں تقسیم کریں گے۔کیا آپ کی محنت کی کمائی درانداز وں کو دی جائے گی؟ مودی یہیں نہیں رکے، انہوں نے مزید کہا کہ کانگریس کا یہ منشور کہہ رہا ہے کہ وہ ماؤں بہنوں کے سونے کا حساب لیں گے۔اس کے بارے میں معلومات لیں گے اور پھر ان لوگوں میں تقسیم کریں گے جنہیں منموہن سنگھ کی حکومت نے کہا تھا کہ ملک کے وسائل پر پہلا حق مسلمانوں کا ہے۔انہوں نے کہا کہ بھائیو اور بہنو! یہ ارتن نکسلیوں کی سوچ ہے،وہ ماؤں اور بہنوں کا منگل سوتر بھی بچنے نہیں دیں گے۔

وزیراعظم مودی کی تقریر کے اس حصہ میں عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش صاف نظر آتی ہے۔اس کے خلاف حزب اختلاف نے پیر کے روز الیکشن کمیشن سے شکایت بھی کی۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ الیکشن کمیشن کسی شکایت کا انتظار کرنے کے بجائے خود آگے بڑھ کر شاید کا پیر بن چاک کر کے انتخابی عمل کو سربازار ننگا کرنے پر کارروائی کرتا لیکن وہ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بنا رہا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج منگل کے دن راجستھان کے بی ٹوئک میں وزیراعظم نریندر مودی نے انتخابی جلسہ میں تقریر کے دوران ایک بار پھر وہ سب کچھ کہا جو کسی جمہوری ملک کے سربراہ کو زیب نہیں دیتا ہے۔انہوں نے کانگریس پر پھر وہی الزامات دہرائے۔انہوں نے کہا کہ کانگریس کے منشور میں وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر پارٹی اقتدار میں آتی ہے تو وہ دولت کو درانداز وں میں دوبارہ تقسیم کرے گی۔

باںسوارہ، علی گڑھ اور اس کے بعد ٹونک کی انتخابی تقریر میں وزیراعظم نے جس طرح کانگریس، مسلم لیگ ،مسلمان، درانداز، بڑھتی مسلم آبادی اور منگل سوتر کی باتیں کررہے ہیں، وہ ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں وزیراعظم کے عہدہ کے وقار اور اخلاقیات تباہ ہونے کی مکروہ مثال ہے۔ضرورت ہے کہ الیکشن کمیشن اس جانب توجہ دے اور بے داغ انتخاب کو یقینی بنائے۔

edit2sahara@gmail.com

لمحوں کی خطا، صدیوں کو سزا!

صبیح احمد

لمحوں کی خطا کی سزا صدیوں کو بھگتنی پڑتی ہے! ملک وقوم کی یہی تاریخ رہی ہے۔خاص طور پر سیاسی بساط پر کبھی کبھی ذرا سی چوک اتنی بھاری پڑتی ہے کہ اس کے ازالہ میں صدیاں لگ جاتی ہیں اور اس کا خمیازہ کئی نسلوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ موجودہ پارلیمانی انتخاب ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم موڑ ثابت ہونے والے ہیں۔ یہ محض ممبران پارلیمنٹ کے انتخاب اور حکومت سازی تک ہی محدود نہیں ہیں،ان انتخابات کے بعد ملک وقوم کی قسمت کا فیصلہ بھی ہونے والا ہے۔ درحقیقت یہ نظریات کی جنگ ہے۔ ہندوستانی ووٹروں کو اگلی حکومت کی تشکیل کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی تعین کرنا ہے کہ ملک کس راہ پر چلے گا؟ رواداری، مذہبی تنہ آہنگی، امن وشانتی اور عدم تشدد کے آزمودہ اصولوں پر یا منافرت، فرقہ پرستی، زور وجبر اور تشدد کے اصولوں پر؟

ویسے تو ملک کا ہر حلقہ، ہر شہری اور ان کے ووٹ انتخابی نقطہ نظر سے کافی اہمیت کے حامل ہیں لیکن کچھ حلقوں اور وہاں کے ووٹروں پر عصری تقاضوں کے تحت ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ انہی حلقوں میں سے ایک کشن گنج پارلیمانی حلقہ ہے جہاں 26 اپریل کو پولنگ ہونے والی ہے۔ بہار کا واحد مسلم اکثریتی حلقہ ہونے کے ساتھ ساتھ نیپال، بھوٹان اور بنگلہ دیش کی تین الاقوامی سرحدوں سے متصل ہونے کے سبب قومی سطح پر بھی یہ حلقہ نزدیرانی طور پر کافی اہمیت رکھتا ہے۔ شمال مشرقی ریاستوں کے لیے واحد زمینی راستہ ہونے کی وجہ سے اسے ''گیٹ وے آف نارتھ ایسٹ'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پورے سیمانچل خطہ پر ہمیشہ ایک خاص نظر رہتی ہے اور جب عام انتخابات ہوں تو تمام تر توجہ مرکوز ہونا فطری بات ہے۔ یہاں صرف امیدواروں کی ہار یا جیت نہیں ہوتی، یہاں سے ایک پیغام بھی جاتا ہے جسے قومی سطح پر سنجیدگی سے لیا جاتا ہے۔ کشن گنج کے ذی شعور ووٹروں نے اکثر اپنے ووٹ کا استعمال کرتے وقت دانشمندی اور سیاسی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالانکہ بعض دفعہ سیاسی بازیگری کی چال میں بھی پھنسے ہیں لیکن موقع ملتے ہی فوراً اس جال سے باہر نکل آئے ہیں۔

اس بار بھی کشن گنج کے عوام کو سخت امتحان سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ اب جب کہ حق رائے دہی کا وقت قریب آچکا ہے، یہاں کے ووٹرس اب بھی تذبذب کا شکار ہیں۔ یہ طے نہیں کر پا رہے ہیں کہ ووٹ کسے دیا جائے۔ ویسے تو کئی امیدوار اپنی قسمت آزما رہے ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ اس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار لوگوں کی توقعات پر کھرا نہیں اتر رہا ہے۔ بہرحال ابھی میں سے کسی ایک کو چننا ہے۔ یہاں کی روایت رہی ہے کہ پولنگ سے ایک دن قبل اتفاق رائے ہوتا ہے کہ ووٹ کس پارٹی یا امیدوار کو دیا جائے۔ اس بار بھی اسی حکمت عملی پر عمل آوری کی توقع ہے۔ حالانکہ سیاسی پارٹیاں تو وہی ہیں لیکن ان کے امیدواروں کو پسند کرنے کے مطابق نہیں ہیں، اس لیے ابھی تک کشمکش وپیچ کی کیفیت برقرار ہے۔ یہاں اس بار سہ رخی مقابلہ ہے۔ آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین کی جانب سے مضبوط امیدوار کو میدان میں اتارے جانے سے مقابلہ کافی دلچسپ ہوگیا ہے۔عموماً کانگریس اور بی جے پی یا اس کے خیمہ (این ڈی اے) کے کسی امیدوار کے درمیان میں سے کسی امیدوار کو چننا ہوتا تھا لیکن اب اے آئی ایم آئی کے مضبوط وعیداری سے لوگ محظوظ ہیں۔ حالانکہ لوگ تبدیلی کے خواہاں ہیں لیکن این ڈی اے کے امیدوار پر داؤ لگانے کے لیے تیار نہیں ہیں کیونکہ ووٹ اشرف گنی پارٹی یا امیدوار کی ہار یا جیت تک ہی محدود نہیں ہوتا، یہ دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ یہ ملک وقوم کے مفادات کے تحفظ میں کارگر ثابت ہوسکتا ہے یا نقصاندہ۔ اے آئی ایم آئی کسی کے گلے نہیں اتر رہی ہے۔ اسی کشمکش کی صورتحال کے درمیان جو ماحول بن رہا ہے، اسے بھانپتے ہوئے پلٹو چچا کی ٹولی کے کچھ لوگ اقلیتوں کے ایک اہم ادارہ کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے کی بھی کوشش کررہے ہیں۔ حالانکہ مذکورہ ادارہ کے ایک اہم عہدیدار کی جانب سے وضاحت پیش کی جاچکی ہے کہ ادارہ کی جانب سے بھی کسی کی حمایت یا مخالفت نہیں کی جاتی ہے اور نہ ہی اس بار کی گئی ہے۔ پہلے مرحلہ کی پولنگ کے بعد ہوا کے رخ کو دیکھتے ہوئے منافرت کی سیاست کے علمبردار تو اب کھل کر سامنے آنے لگے ہیں اور انہوں نے اپنا اصلی روپ دکھانا شروع کردیا ہے۔

بہرحال ہر بار کی طرح اس دفعہ بھی کشن گنج کے عوام اپنی دانشمندانہ فہم کا ثبوت دیتے ہوئے صحیح فیصلہ کریں گے اور خطہ میں امن وسکون اور رواداری کے ماحول کو خراب کرنے کا کسی کو بھی موقع نہیں دیں گے۔ منافرتی نوعے کے امیدواروں سے کسی کو کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے لیکن وہ جس کشتی پر سوار ہو کر قوم کو پار لگانے کی بات کرتے ہیں، وہ کشتی سیاسی بحر میں انتہائی فرسودہ ہو چکی ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ ایک امیدوار بطور اہم ایل اے 2 بار بہار اسمبلی میں علاقہ کی نمائندگی کر چکا ہے لیکن اس دوران ان کی کارکردگی سب کے سامنے ہے۔ اپنی تقریروں کے زور پر انہوں نے کون سی اسکیم یا فلاحی منصوبہ علاقے کو دیا؟ وہ ''گلفتار کے غازی'' ہو سکتے ہیں لیکن کشن گنج کا ''کردار کا غازی'' چاہیے کیونکہ اس حلقہ کو اس طرح کے غازیوں کا تلخ تجربہ رہا ہے جسے یہاں کے عوام ابھی تک شاید نہیں بھول پائے ہوں گے۔ سید شہاب الدین اور ایم سے اکبر جیسی شخصیتوں نے بھی اس علاقہ کے مسائل اور دکھ درد کی گونج سے پارلیمنٹ کو ہلا دینے کے حسین خواب دکھائے تھے۔ یہاں کے سادہ لوح عوام ان کی باتوں پر بھروسہ کیے نہیں کرتے کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب ان شخصیتوں کی صرف ہندوستان میں ہی نہیں، عالمی سطح پر بھی طوطی بولتی تھی۔ نتیجہ کیا نکلا؟ فریب اور مایوسی کے سوائے کچھ بھی نہیں۔ اتنا ضرور ہوا کہ ان ''ہستیوں'' کو ممبران پارلیمنٹ کی فہرست میں جگہ مل گئی۔ اس کے بعد پھر ملک کے کسی اور حلقہ سے وہ الیکشن لڑنے کی جرأت نہیں کر سکے۔ کشن گنج حلقہ ان کے لیے پارلیمنٹ کا ''دروازۂ ثابت ہوا۔ مسلم اکثریتی حلقہ ہونے کے سبب کچھ لوگ کشن گنج کو پارلیمنٹ تک پہنچنے کا ایک آسان راستہ سمجھتے ہیں۔ دینی وملی اخوت کے حوالے سے گمراہ کر کے اپنے ذاتی مفادات پورے کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں نے اب وہ ''دروازہ'' بند کر دیا ہے جو سیدھے پارلیمنٹ تک پہنچاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کشن گنج کے عوام کسی کے خلاف ہیں۔ ایک جمہوری ملک ہونے کے ناطے کوئی بھی شہری ملک کے کسی بھی حصہ سے الیکشن لڑسکتا ہے لیکن گمراہی پھیلانے کی اجازت قطعی نہیں دی جانی چاہیے۔

اب فیصلہ کشن گنج پارلیمانی حلقہ کے عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ آئندہ 5 سال کے لیے اپنی نمائندگی کا حق کسے دیں گے، اس کا تعین تو 26 اپریل کو ہوگا لیکن نتیجہ 4 جون کو سامنے آئے گا۔ اسی دن کشن گنج کے عوام کی سیاسی فہم اور دانشمندی کا بھی ثبوت مل جائے گا کہ انہیں مکر وفریب اور مایوسی چاہیے یا خطہ کی خصوصی شناخت رواداری اور امن وچین اور سکون۔

sasalika786@gmail.com

دستک

موجودہ پارلیمانی انتخابات ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم موڑ ثابت ہونے والے ہیں۔ یہ محض ممبران پارلیمنٹ کے انتخاب اور حکومت سازی تک ہی محدود نہیں ہیں۔ان انتخابات کے بعد ملک وقوم کی قسمت کا فیصلہ بھی ہونے والا ہے۔ درحقیقت یہ نظریات کی جنگ ہے۔ ہندوستانی ووٹروں کو اگلی حکومت کی تشکیل کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی تعین کرنا ہے کہ ملک کس راہ پر چلے گا؟

کیا بیت المقدس اور مسجد الاقصیٰ صرف فلسطینیوں کا ہے؟

ایم اے کنول جعفری

فلسطین کے صحافی جلال الفرا نے پاکستانی ٹی وی اینکر سید علی حیدر کو اُردو میں دیے انٹرویو میں فلسطینیوں کے دل کی آواز اور خون کے آنسو رو تے ہوئے اپنے درد کو جن الفاظ میں بیان کیا، اسے سن کر رونگٹے ہی کھڑے نہیں ہوجاتے، خوف الٰہی سے ریڑھ کی ہڈی تک لرز اُٹھتی ہے۔ اُنہوں نے کہا: ''یہ وہ پیغام ہے، جو فلسطینی غزہ کے عوام کے ہر بچہ، بچہ کے دل سے نکل رہا ہے۔ اللہ کی قسم کسی بھی مسلمان کو نہ معاف نہیں کریں گے۔ جس مسلمان کے ہاتھ میں کچھ تھا اور نہیں کیا انہوں نے، کچھ کرسکتا تھا اور انہوں نے نہیں کیا، یہ قیامت کے دن تک معاف نہیں کریں گے۔ کیوں کہ ہم جو کر رہے ہیں غزہ کے اندر علی حیدر صاحب! ہم آپ کے لیے کر رہے ہیں۔ یہ بیت المقدس صرف ہمارا نہیں ہے! یہ مسجد الاقصیٰ ہمارا صرف نہیں ہے! یہ آپ سارے مسلمانوں کا ہے..... برباد ہوگئے ہم علی حیدر صاحب! تباہ و برباد ہوگئے۔ کچھ نہیں بچا۔ میرے خاندان میں سے تو کچھ بچا ہی نہیں۔ ہمارے لیے اب مت رو ئیے گا۔ کوئی بھی نہ روئے ہمارے لیے۔ آپ لوگ اپنے آپ پر روئیں۔ کیوں کہ عذاب! اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچے گا۔ فلسطینی جو بچے بکھرے ٹکڑے ہوئے ہیں نا۔ یہ ان کے جوعذاب ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے سزا اور عذاب ہوگا نا! اُمت مسلمہ کے اُوپر، وہ آپ بھی دیکھیں گے، ان شاء اللہ! آپ ماشاء اللہ، ہونہار جوان ہیں اور اللہ آپ کو لمبی زندگی دے۔ آپ دیکھیں گے یہ عذاب اللہ تعالیٰ کا کیسا نازل ہوتا ہے اسی اُمت مسلمہ کے اُوپر، کس طریقے سے اللہ تعالیٰ ان معصوم بچوں کا بدلہ لیتا ہے! اللہ اکبر! اللہ اکبر!!

فلسطین کے غزہ میں اسرائیل کو بمباری کرتے ہوئے ساڑھے 6 مہینے ہوگئے۔ مغرب کا کوئی بھی ملک اسرائیل کے دانت کُند تو دور، اُس سے یہ پوچھنے الاٹیں کہ غزہ کو اُجاڑ کر، رہائشی گاہوں کو مٹی کا ڈھیر بنا کر، اسپتالوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر کے، مساجد وعبادت خانوں کو تباہ وبرباد کر کے اور تقریباً 34 ہزار سے زائد معصوم بچوں، خواتین اور بزرگوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُنہیں ابدی نیند سلانے سے کیا حاصل ہونے والا ہے؟ امریکہ، جس نے شروع سے ہی غاصب اسرائیل کی حمایت اور اقتصادی وعسکری وجوہری مدد کر کے اُسے 'یاردفل' بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، بھی دکھاوا کرتا نظر آرہا ہے۔ وہ اسرائیل سے رہائشی گاہوں کو نشانہ بنا کر معصوم فلسطینیوں کو قتل اور مرغ ومرجان نہیں کرنے کو کہہ رہا ہے، لیکن اس حمایت کے ساتھ کہ تجھے جو کرنا ہے، کرتا رہ۔ وہ ایک جانب اسرائیل کی فوجی بنالین 'نتزاح یہوداُ' پر انسانی حقوق کی پامالیوں کے الزام میں پابندی لگانے کا ڈرامہ کر رہا ہے تو دوسری طرف اسرائیل کو سالانہ مدد کے علاوہ 26 اَرب ڈالر کی ہنگامی امداد کا بل بھی منظور کر رہا ہے۔ 'نتزاح یہوداُ' فوجی یونٹ، اُس بلاز و کے انتہا پسند عناصر پر مشتمل ایک گروپ ہے، جو فلسطینیوں کے خلاف تشدد سے متعلق بہت سے تنازعات کا مرکز رہا ہے۔ خاص کر 78 سالہ فلسطین نژاد امریکی عمر اسادسے موت، جسے چیک پوائنٹ سے گرفتار کر کے ہتھکڑیاں لگائیں اور تشدد کے بعد سردات میں زمین پر پھینکنے سے موت ہوگئی۔ اسرائیلی ڈیفنس فورسز کی تحقیقات میں اسے فوج کی ناکامی اور فیصلے میں غلطی ہونا تو تسلیم کیا ہی، اُسی نا قدار کو شدید نقصان پہنچنا بھی قبول کیا گیا۔ یونٹ پر پابندی سے لیڈران تخت برہم ہیں۔ نیا مین نیتن یاہو نے سخت ردعمل کے اظہار میں اسے مشکلہ خیزی اور اخلاق گراوٹ کی بلند ترین سطح بتاتے ہوئے امریکی فیصلے کا مکمّد جواب دینے کا اعلان کیا۔ اسی دوران امریکی ایوان نے اسرائیل کے لیے 26 اَرب ڈالر کا بنگامی امداد کا بل منظور کیا۔ اس میں انسانی ضروریات کی 9 اَرب ڈالر کی رقم شامل ہے۔ غزہ جنگ کے بعد سے اسرائیل کو ملی اور فوجی امداد میں اضافہ کیا گیا۔ دو مہینے قبل بھی اسی طرح کی امداد دی گئی تھی۔ یہ کتنی مشکلہ خیز ہے کہ ایک طرف امریکہ صیہونیوں کی طرح سے مدد کر رہا ہے، جب کہ دوسری جانب اسرائیلی حملاوں میں فلسطینیوں کے ہوا میں اُڑتے جھلسے اجسام اور لاشوں کے انبار دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔

فلسطینی صحافی جلال الفرا نے کسی ایک مسلمان کو نہیں، اُمت مسلمہ کے ہرأس فرد کو، جو فلسطین کے لیے کچھ کرسکتا تھا اور نہیں کر پایا، رَب کی عدالت میں لا کھڑا کیا۔ نہ صرف عرب، بلکہ 57 مسلم ممالک اور دنیا میں بسنے والے 2 اَرب مسلمان بیت المقدس اور مسجد الاقصیٰ کے تحفظ کے لیے فلسطینیوں کی مدد نہیں کر سکے۔

اگر حماس اور حوثی یا دیگر عسکری گروپ نے اسرائیل پر تملہ کیا تو بلا اسی گروپ سے لیا جانا چاہیے۔ غزہ کے شہریوں کا قتل عام کہاں کی بہادری ہے؟ اسرائیلی خفیہ ایجنسیاں 'موساد اور شاباک' جن کا شمار دنیا کی اعلیٰ ترین ایجنسیوں میں ہوتا ہے، حماس کے حملہ کا پتا لگانے میں بری طرح فیل ہوگئیں۔ اسرائیلی بمباری میں شہید فلسطینیوں کی تعداد 34 ہزار سے تجاوز کر گئی، جب کہ زخمیوں کی تعداد 76 ہزار سے زیادہ ہے۔

امریکہ نے اقوام متحدہ میں فلسطین کو مکمل رکنیت دینے کی تجویز کو ایک مرتبہ پھر ویٹو کر دیا۔ یہ تجویز اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل (یواین ایس سی) میں الجیریا نے پیش کی تھی۔ اس میں کسی بھی قرارداد کو منظور کرنے کے لیے کم سے کم 9 ارکان کی حمایت ضروری ہے۔ 15 رکنی سلامتی کونسل میں فلسطین کے حق میں 12 ووٹ پڑے۔ برطانیہ اور سوئٹزرلینڈ نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا، جب کہ امریکہ نے اپنی پاور کا استعمال کرتے ہوئے فلسطین کو دوسری مرتبہ مکمل رکنیت سے محروم کر دیا۔ اس سے قبل 2011 میں بھی صورت حال پیش آئی تھی۔ خیال کیا جارہا تھا کہ غزہ میں زبردست تباہی کے مدنظر اسرائیل کو دباؤ نہیں کرے گا، لیکن وہ اپنے موقف پر قائم رہا۔ اقوام متحدہ میں امریکہ کے نمائندے رابرٹ ووڈ نے کہا کہ امریکہ بھی دو ریاستی حل چاہتا ہے، لیکن اقوام متحدہ مکمل رکنیت دینے کی جگہ غیر عرب ممالک ترکیہ اور ازبکستان سب سے بڑے مسلم اکثریت والے ممالک ہیں۔ اسلام دنیا کا دوسرا بڑا اور تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ مسلمانوں کی آبادی 2 اَرب سے تجاوز کر گئی ہے۔ براعظم ایشیا اور افریقہ کے 26 ممالک کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ آبادی کے لحاظ سے تقریباً 62 فیصد مسلمان ایشیا میں رہتے ہیں۔ سب سے بڑے مسلم ملک انڈونیشیا ہیں 12.7 فیصد، پاکستان میں 11 فیصد، ہندوستان میں 10.9 فیصد، بنگلہ دیش میں 9.2 فیصد اور عرب ممالک میں تقریباً 20 فیصد مسلمان رہتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں مسلم اکثریت والے ممالک ہیں۔ افریقہ میں مصر اور نائیجریا میں کثیر مسلم آبادی ہے۔ اسرائیل کے شمال میں لبنان، شمال مشرق میں شام، مشرق میں اردن اور مغربی کنارہ، مشرق اور جنوب مشرق میں فلسطین، جنوب میں مصر، خلیج عقبہ وغیرہ اور غزہ پٹی واقع ہیں۔ اس کے باوجود اسلامی ممالک نے بیت المقدس اور قبلہ اول کی بازیابی کی ذمہ داری فلسطین پر ڈال رکھی ہے۔

فلسطینی صحافی جلال الفرا نے کسی ایک مسلمان کو نہیں، اُمت مسلمہ کے ہرأس فرد کو، جو فلسطین کے لیے کچھ کرسکتا تھا اور نہیں کر پایا، رَب کی عدالت میں لا کھڑا کیا۔ نہ صرف عرب، بلکہ 57 مسلم ممالک اور دنیا میں بسنے والے 2 اَرب مسلمان بیت المقدس اور مسجد الاقصیٰ کے تحفظ کے لیے فلسطینی کی مدد نہیں کر سکے۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان کے مسلمان چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتے، لیکن ہر نماز میں اُن کے لیے دعا اور اسرائیل و امریکہ کی مصنوعات کا بائیکاٹ تو کر ہی سکتے ہیں۔

(مضمون نگار سنگر صحافی اور ادیب ہیں)

jafrikanwal785@gmail.com

جائزہ

فلسطینیوں کو مسلح مزاحمت کا حق حاصل

مکرمی!

ایک بار آنجہانی ملک الزبتھ الثانی ویڈیو رم (ملکہ برطانیہ دوم متوفی 8) کے پالتو کتے کی موت ہوگئی تو غیرت ایمانی سے عاری اور دنیا کی محبت پرداری در جن بھر مسلم ممالک کے سفراء حضرات نے دکھ رنج وغم والم کے عالم میں تعزیتی کارنڈ ارائے کیے تھے۔ (ملکہ کے کتے پالتے کا بہت شوق تھا، اس لیے انہوں نے ہزاروں کتے پال رکھے تھے)۔ گزشتہ دنوں انٹیبل پانچ کو تمام شدہ کتوں کا پورا خاندان معصوم بچوں سمیت شہید کر دیا گیا اور مسلم ممالک کی جلیل القدر تنظیمیں، عالمی مرتبت حکمراں اور اوآئی سی کی مذمت تو دور کی بات ہے، تعزیت کا رسمی سایا ان بھی جاری نہ کرسکیں۔ آخر اتنی ہمت وجرأت مغربی تہذیب کے دلدادہ یہ بے چارے لاشیں کہاں سے لائیں؟ ایسا تو خود اغرو محبوبہ ہیں۔ کچھ تعلق مع اللہ ہوتا، غلام رسول کا کچھ بھی شمہ ہوتا، تو کچھ جرأت بھی ہوتی؟ اب یہ غلام امریکہ، غلام کفس و فلوس، حب مال حب جاہ میں مبتلا یہ ایمان سے عاری غلام مسلم حکمراں اتنی ہمت بھلا کہاں سے جٹائیں گے؟ جب کہ بیماری کی جملہ صفات مشبوط لایمان پر منحصر ہیں۔ یہ عقل سے پیدل دلیل پر دے رہے ہیں کہ فلسطینیوں نے زمینی حقائق کو مدنظر نہیں رکھا اور کسی مسلم ملک سے مشاورت نہیں کی انہوں اب مسلم ممالک فلسطینیوں کی مدد کے پابند نہیں، درحقیقت یہ عذر ایک گناہ ہی نہیں بلکہ واقعاتی طور پر جھوٹ بھی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ فلسطینیوں نے نہ صرف مسلمان بلکہ پوری عالمی برادری کو بھی اعتماد میں لیا تھا اور پوچھا تھا کہ کیا وہ ایسی کارروائی کرسکتے ہیں؟ جس پر عالمی برادری نے اثبات میں جواب دیا تھا، اس کے تعلق سے چند حقائق ملاحظہ ہوں، جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر 37,47 کے مطابق فلسطینیوں کو اسرائیل کے ناجائز قبضے کے خلاف مسلح جدوجہد کی اجازت ہے۔ عالمی برادری نے یہ اصول طبع کیا تھا کہ جب تک اسرائیلی قبضہ اور فسطائیت جاری رہے گی فلسطینیوں کی مسلح مزاحمت کا حق حاصل رہے گا۔ جنرل اسمبلی کے مطابق فلسطینیوں کا حق خود ارادیت، آزادی، حاکمیت اعلیٰ فلسطینیوں کا مقبوضہ علاقوں میں واپس لوٹنے کا حق ناقابل تنسیخ ہے۔ کوئی قاعدہ، کوئی قانون اور کوئی ضابطہ اس کی نفی نہیں کرسکتا، جنرل اسمبلی کے طے کردہ اصول کے مطابق فلسطینیوں کو اسرائیلی تسلط اور قبضے کے خلاف حصول آزادی کے لیے ہر دستیاب طریقے سے جدوجہد کی اجازت ہوگی، اس میں مسلح جدوجہد بھی شامل ہے۔ قریب قریب یہی بات جنیوا کنونشن کے ایڈیشن پروٹوکول 1، کے آرٹیکل 1 کی ذیلی دفعہ 4 میں بھی بیان کی جاچکی تھی، قرارداد 3314 میں کہا گیا تھا کہ جدوجہد جنگ خود ارادیت اور آزادی کے لیے ہوگی، اسے جارحیت نہیں کہا جائے گا، اس پر اسرائیل اور اس کے حواریوں نے اس کی یہ تشریح کی کہ اس جدوجہد سے مراد مہذبی جدوجہد ہے۔ اگر بات جمہوری اور سیاسی جدوجہد کی ہوتی تو اقوام متحدہ کو یہ واضح کرنے کی ضرورت نہ تھی کہ اسے جارحیت قرار نہیں دیا جائے گا، یہ مسلح جدوجہد ہی تھی کہ جس کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ اگر وہ حق خود ارادیت یا آزادی کے لیے غاصب کے خلاف ہوگی تو اسے جارحیت نہیں کہا جائے گا۔ تاہم جنرل اسمبلی نے اس قرارداد میں یہ مناسب سمجھا کہ اس نکتے میں مزید تشریح کردی جائے تاکہ کسی کو تاویل اور بہانے کی گنجائش ہی نہ رہے، اس لیے all, available, means, including, armed, struggle لکھ دیا گیا چونکہ یہ بات پہلے ہی شامل تھی، اس لیے اسے reaffirm کیا گیا، کوئی نیا اضافہ نہیں وضع کیا گیا، پہلے سے موجودہ اصول کی دوبارہ تصدیق کی گئی، اب گویا اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی ان قراردادوں کا حاصل وہ چیزیں ہیں۔ ایک مقبوضہ علاقوں میں قابض اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کا تمام دستیاب ذرائع کے ساتھ ہر طرح کی جدوجہد کا حق۔ دوسرے فلسطینیوں کی ایسی جدوجہد کو جارحیت نہیں کہا جائے گا، بیاں ایسے اہم نکتہ پر کہ فلسطین کو مزاحمت کی ہر شکل بشمول جدوجہد کی جو اجازت اس قرارداد میں اقوام متحدہ نے دی ہے، کیا اس مسلح جدوجہد میں کوئی اور ملک بھی ان کی معاونت کرسکتا ہے؟ declaration, on principles, oifinternational, law کے آرٹیکل 1 کے مطابق جولوگ اپنے حق خود ارادیت کے لیے مزاحمت کر رہے ہوں، انہیں اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ دوسروں سے امداد طلب کریں۔ بہرحال 7 اکتوبر کو اسرائیل پر حملہ کرکے فلسطینیوں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، اس کے باوجود ان کی نسل کشی جاری ہے اور دنیا خاموش ہے۔''

مولانا غیاث الدین دھام پوری - محلہ بندر قیچیاں، دھام پور (بجنور)

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین مضمون نگاروں کے ذریعہ فراہم کی گئی آراء ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ ان کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

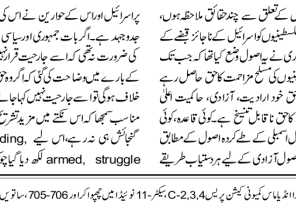

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں